مولانا مفتی اکرم مصطفی ایوبی مظاہری ۞

باتیں انکی یاد رہیں گی

پچھلے دنوں عالم اسلام کے عظیم محدث اور شیخ طریقت ریحانۃ العصر حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) اس دار فانی سے دار باقی کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس حادثہ فاجعہ نے لاکھوں اہل ایمان اور خصوصا علماء کے طبقے کو بہت متاثر کیا۔ انکی منقبت میں ہزاروں تحریریں، تقریریں، مرثیے منظر عام پر آچکے ہیں اور ان شاء اللہ آتے رہینگے۔ چونکہ راقم الحروف کی بھی یہ سعادت رہی اور خاص توفیق الہی کہ مجھے بھی حضرت شیخ کی شاگردی نصیب ہوئی اور تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ صرف شاگردی ہی نہیں بلکہ خاص تعلق اور رابطہ نصیب رہا۔ لہذا جو چند باتیں اس وقت ذہن میں آرہی ہیں وہ بغیر کسی خاص ترتیب کے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ قبول بھی فرمائے اور نفع بخش بھی بنائے۔

راقم الحروف کے دادا حضرت سید محمد مصطفی صاحب نصیر آبادیؒ چونکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب کاندھلوی کے خلیفہ ومجاز بیعت تھے لہذا اس تعلق کا علم ہونے کے بعد حضرت الاستاذ شیخ مولانا محمد یونسؒ صاحب کا ہمارے پورے گھرانے سے بڑا محبت کا تعلق تھا اور الحمد للہ آخر تک رہا۔

ایک بارے ہمارے ایک ملنے والے ملاقات کے لئے گئے تو حضرت شیخ نے ان سے فرمایا:

> ”ماسٹر احسن صاحب (یعنی راقم الحرف کے والد گرامی) اور ان کے سب بچوں کو مجھ سے اور مجھ کو ان سے بہت محبت ہے۔“

ان جملوں سے یقینا یہ امید جاگتی ہے کہ المرء مع من احب کے اصول کے مطابق ان شاء اللہ کل قیامت کے میدان میں بھی اللہ تعالی ان کی معیت نصیب فرمائے گا۔

(۞ ناظم مدرسہ کاشف العلوم و پرنسپل ابوہریرہ ہائی اسکول فیروز آباد)

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ سے پہلی ملاقات اور تعارف ہمارے استاذ و مربی مفتی مجد القدوس خبیب رومی صاحب مدظلہ نے ہمارے وطن نصیر آباد اور دادا میاں کے تعارف کے ساتھ کرایا۔ اور اس وقت سے جو تعلق اور رابطہ قائم ہوا الحمدللہ وہ حضرت شیخ کی پوری زندگی باقی رہا۔

دورانِ تعلیم و تربیت بہت سی چیزوں کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا ان کو سپرد قلم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس بہانے ان کا کچھ تذکرہ کرسکوں۔

① سادات کا احترام

علم حدیث شریف سے شغف کی بناء حضرت سادات کا بہت خیال فرماتے تھے حتیٰ کہ بخاری شریف کے اسباق کے دوران جب بار بار ڈانٹتے اور تنبیہ فرماتے تو یہ بھی فرماتے کہ اگر تو سید نہ ہوتا تو میں تجھے سبق سے بھگا دیتا۔

اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ یاد آیا کہ:

> مدرسہ مظاہر علوم میں حضرت شیخ بخاری شریف کے ختم کے بعد مسلسلات کا درس دیا کرتے تھے راقم الحروف مشکوٰۃ شریف مکمل کر چکا تھا تو مجھ سے بھی فرمایا کہ کل مسلسلات میں آجانا۔ پروگرام کے مطابق مسلسلات کا درس شروع ہوا تو عبارت پڑھنے کے لئے دو لڑکوں نے شروعات کی جس میں ایک راقم الحروف بھی تھا حضرت شیخ نے دوسرے لڑکے کو خاموش کر دیا اور فرمایا کہ یہ سید ہے اسے پڑھنے دو۔ بعد میں اس دوسرے طالب علم سے بھی فرمایا کہ چل تو بھی پڑھ لے۔ اگلے سال جب دورہ حدیث مکمل ہوا تو پھر یہی واقعہ پیش آیا مگر اس مرتبہ حضرت شیخؒ نے راقم الحروف کو خاموش کیا اور فرمایا کہ تو چپ رہ یہ سید بھی ہے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کے خاندان سے ہے، بعد میں تعارف ہوا کہ گذشتہ سال بھی اور اس سال بھی وہ عبارت پڑھنے والے حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم ہیں بس فرق یہ تھا کہ گزشتہ سال وہ بغیر حضرت شیخ سے ملے ہوئے براہِ راست دارالعلوم سے مسلسلات کے سبق میں آگئے تھے اور اس سال حضرت شیخؒ سے ملاقات واطلاع کے بعد وہ سبق میں حاضر ہوئے تھے۔ اور یقینا ہر اعتبار سے یہ ان کا حق تھا کہ وہ مجھ سے پہلے عبارت حدیث پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان کے علم سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲) سادگی

حضرت ہمیشہ کپڑے کی لمبی ٹوپی پہنا کرتے تھے جیسا کہ ہمارے بہت سے اکابر کا معمول رہا ہے۔ شیروانی کی ٹوپی حضرت شیخ کو پسند نہیں تھی، ایک مرتبہ دورانِ حج راقم الحروف مکہ مکرمہ میں مطاف سے باہر نکل رہا تھا تو دیکھا کہ حضرت شیخ اندر تشریف لا رہے ہیں اس وقت میرے سر پر شیروانی والی ٹوپی تھی تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ اچھا ماسٹر اکرم بھی آئے ہیں۔ ان کا یہ جملہ آج تک یاد رہتا ہے اور حتی الامکان یہی کوشش کرتا ہوں کہ گول ٹوپی پہنوں۔

(۳) اندازِ تربیت

۱۰؍رجب المرجب ۱۴۰۶ھ سے ۲۵؍رجب المرجب ۱۴۰۶ھ کے ۱۵؍دن میری زندگی کے یادگار دن ہیں جو بڑی مشکل سے گذرے مگر ان کا لطف ومزہ اور محبت کا وہ انداز آج تک آنکھوں کے سامنے گھومتا ہے۔ اور اپنے شاگردوں کو ان پندرہ دنوں کے حالات فخر سے سناتا ہوں:

یہ وہ وقت تھا جب راقم الحروف دورہ حدیث شریف میں تھا۔ بفضل اللہ تعالی عبارت روانی کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے حضرت شیخ نے تقریباً نصف سے زیادہ بخاری شریف اور تقریبا مکمل مسلم شریف کی عبارت راقم الحروف سے ہی پڑھوائی۔ جس کی وجہ سے فطری طور پر یہ بات ذہن میں آ گئی تھی کہ میری صلاحیت واستعداد بہت اچھی ہے اور اسی لئے حضرت شیخ نے عبارت پڑھنے کے لئے میرا انتخاب کیا ہے۔ حضرت شیخ نے اس بیماری کو محسوس کرلیا اور اسکی زبردست اصلاح اس طور پر فرمائی کہ تقریبا پندرہ دنوں تک تمام طلبہ کے سامنے راقم الحروف کو ایسی ناراضگی اور سخت جملوں کے ساتھ ڈانٹا کہ مجھے نہیں لگتا کہ اس دور میں کوئی طالب علم اپنے کسی استاذ کی اس طرح کی ڈانٹ برداشت کر سکے۔ مگر میرا پورا وجود اپنے مالک کے لئے شکر کے جذبات سے معمور ہے کہ سخت امتحان کی ان گھڑیوں میں میرے اللہ نے مجھے ثابت قدم رکھا اور الحمد للہ ایک لمحے کے لئے بھی حضرت الاستاذ سے بدگمانی یا انکے تعلق سے ادنی بے ادبی بھی سرزد نہیں ہوئی۔ اس موقعے پر راقم الحروف کی اصلاح کے لئے حضرت شیخ نے بہت کچھ فرمایا۔ بعض جملے جو اس موقعے پر ڈانٹتے ہوئے انہوں نے کہے کمبخت، جاہل، تیرے دماغ میں خناس ہے، نکل جا درس گاہ سے تجھے کچھ نہیں آتا، تو اگر سید نہ ہوتا تو تجھے درس گاہ سے نکال دیتا وغیرہ'' اور بعض مرتبہ دوران سبق اتنی زور سے مائک پر ڈانٹتے کہ درس گاہ سے باہر طلبہ جمع ہو کر سننے لگتے۔ اور یہ سب سن کر میں روتا رہتا، آنسو بہتے رہتے اور عبارت

پڑھتا رہتا بعد میں درس کے کچھ ساتھی تسلی دیتے اور سمجھاتے ، بسا اوقات دل میں یہ خیال آتا کہ اب عبارت پڑھنا چھوڑ دوں ، مگر اللہ نے فضل فرمایا اور اس نعمت سے محروم نہیں کیا۔ انہی پندرہ دنوں میں کئی بار یہ بھی ہوا کہ جب زیادہ ڈانٹ پڑی اور یہ محسوس ہوا کہ حضرت زیادہ ناراض ہیں تو سبق ختم ہونے کے بعد کتابیں لئے ہوئے ان کے کمرہ میں حاضر ہوا اور کھڑا روتا رہا معافی مانگتا رہا مگر حضرت شیخ کچھ نہیں بولے، پوری دوپہر اسی طرح روتے روتے گذر جاتی۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا نماز پڑھ کر دارالحدیث میں آجاتا اور شام کا آخری گھنٹہ پھر حضرت شیخ کا ہوتا اور حضرت پھر ویسے ہی ڈانٹتے۔ بالآخر یہ سلسلہ تقریبا پندرہ دن تک چلا اور اس کی برکتیں کہاں کہاں اور کس کس طرح حاصل ہوئیں اس کا احاطہ تو مشکل ہے بس اتنا بتا دینا کافی ہے کہ انہی دنوں میں رحمت دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت بڑے ہی اچھے انداز میں نصیب ہوئی یہ یقینا اس تربیت کی برکت تھی۔ زندگی کے یہ اہم ترین ایام گزرنے کے بعد حضرت شیخ نے ایک دن عصر کی نماز کے بعد میرے ایک ساتھی کو میرے کمرے پر بھیجا وہ آیا اور مجھے دیکھ کر چلا گیا میں اس وقت ترمذی شریف کی عبارت دیکھ رہا تھا (کیونکہ بعد نماز مغرب حضرت مفتی مظفر حسین صاحب ترمذی شریف کا درس دیا کرتے تھے) تھوڑی دیر کے بعد وہ ساتھی پھر آیا اور کہا کہ حضرت شیخ نے تم کو بلایا ہے میں ڈرتے ڈرتے حاضر ہوا اور یہی سوچ رہا تھا کہ شاید اب پھر ڈانٹ پڑے گی مگر حضرت شیخ نے فرمایا اکرم بیٹھ جا پھر اپنے خادم سے ایک پیالہ منگوا کر مجھے دیا اور فرمایا کہ یہ انڈے کا حلوہ میں نے تیرے لئے بنوایا ہے۔ وہ پیالہ ہاتھ میں تھا آنسو بہہ رہے تھے اور اسی حال میں کمرہ میں آگیا۔

میں جب بھی ان دنوں کے بارے میں سوچتا ہوں اور وہ دن یاد کرتا ہوں تو صاف اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ڈانٹ صرف تربیت کے لئے تھی ورنہ دل میں کتنی محبت تھی اسکا مختلف موقعوں پر اندازہ ہم کو حضرت شیخ کی پوری زندگی ہوتا ہی رہا۔

پدرانہ شفقتیں

میرے بیٹے عزیزم حمید سلمہ جو کہ شیخ کے پاس جاتے رہتے تھے اور انکو اس سال حضرت شیخ سے بخاری شریف پڑھنی تھی مگر قدرت کا فیصلہ کہ یہ سعادت انکو نہ مل سکی۔ شیخ اس سے اکثر فرماتے تھے کہ تیرے باپ کو میں نے بہت رلایا ہے۔ عاجزی اور تواضع کا آخری درجہ دیکھئے وصال سے چند مہینہ قبل شعبان کے مہینے میں حضرت شیخ بذریعہ ٹرین آگرہ سے گزر رہے تھے۔ مجھے اطلاع ملی تو میں اسٹیشن پر زیارت وملاقات

کے لئے پہنچ گیا۔ حضرت شیخ بڑے خوش ہوئے دعائیں دیں اور فرمایا اکرم اب میرا چل چلاؤ ہے نہ جانے کب دنیا سے چلا جاؤں، میں نے تجھے بہت ڈانٹا ہے تو مجھے معاف کردینا۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ کی ڈانٹ تو میرے لئے فخر اور سعادت کی بات ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ میری حضرت شیخ سے آخری ملاقات ہے۔

بہر حال وقت گذرتا گیا۔ جسمانی اعتبار سے دوری اور ملاقات کے مواقع کم ہونے کے باوجود الحمد للہ حضرت شیخ سے محبت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ جب فیروز آباد میں آکر کام کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت والد صاحب دامت برکاتہم (جو خود اسلامیہ انٹر کالج فیروز آباد کے پرنسپل تھے) نے فرمایا کہ ایک اسکول قائم کرو جو کہ اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مگر مدرسہ کی چہار دیواریوں میں پروان چڑھے ہوئے ہم بھائیوں کو یہ فیصلہ ہضم نہیں ہو پارہا تھا۔ اس کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت والد صاحب ہمارے اساتذہ کے پاس مشورہ کے لئے سہارنپور تشریف لے گئے جس میں حضرت شیخ کے علاوہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم اور حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم حال مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بھی تھے۔ والد صاحب نے غیروں کے اسکولوں، کالجوں کے حالات بتا کر اور ہم بھائیوں کو اس کام میں لگانے کے تعلق سے اپنی رائے کا اظہار کیا تو سب نے والد صاحب کی رائے سے اتفاق ہی نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ یہ اس وقت ملت اسلامیہ کی سخت ضرورت ہے اور تم لوگ یہ کام ضرور کرو۔ بہر حال ان عظیم حضرات کے مشورہ سے اسکول قائم کرنے کا ارادہ کرلیا اور فیروز آباد آکر اسکی بنیاد ڈال دی۔ اور الحمد للہ اس وقت تقریبا ۱۴۰۰ طلبہ اس اسکول میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ حضرت شیخ کے پاس جب بھی حاضری ہوتی تو حضرت تفصیل سے حالات دریافت فرماتے اور دعا فرماتے۔

حضرت کی شفقتیں اور محبتیں جاری رہیں، چھوٹے بھائی عزیزی مولوی آدم مصطفی سلمہ کی شادی سہارنپور کے معروف حکیم خاندان میں ہوگئی تو ان کی سہارنپور آمدورفت کا سلسلہ زیادہ ہوگیا۔ اسی دوران ان کی اہلیہ کی طبیعت خراب ہوگئی اور طبیعت خرابی کا سلسلہ لمبا ہوگیا تو ایک دن وہ حضرت شیخ کے پاس گئے اور دعا کی درخواست کی تو حضرت شیخ نے دعا فرمائی اور ایک لفافہ دیا کہ ان پیسوں کو اپنی اہلیہ کے علاج پر خرچ کرنا۔ بھائی کا کہنا ہے کہ ان پیسوں کو علاج میں لگاتے ہی اللہ تعالی نے شفاء عطا فرمادی۔

فیروز آباد قیام کے بعد راقم الحروف نے حضرت شیخ کی اجازت اور انکی دعاؤں سے آگرہ میں مسجد

چھم چھم گلی میں وہاں کے لوگوں کے اصرار پر ہفتہ واری درس قرآن کا سلسلہ سن ۱۹۹۰ء میں شروع کیا تھا جو الحمدللہ ابھی تک جاری ہے اور اسی سال جنوری کے مہینے میں قرآن پاک کی تفسیر وتشریح کا ایک دور تقریباً ۲۷ سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ میں جب بھی حاضر ہوتا تو حضرت شیخ درس قرآن کے بارے میں پوچھتے اور ساتھ میں یہ فرماتے کہ اکرم تقریر سے زیادہ تحریر ضروری ہے، تحریر باقی رہتی ہے تقریر باقی نہیں رہتی مگر مجھے افسوس ہے کہ میں انکی اس خواہش کو پورا نہ کر پایا۔ اور شدید مصروفیات نے ایسا گھیرا کہ ماہانہ رسالوں کے مضامین کے علاوہ کوئی خاص تحریری کام انجام نہ دے سکا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ مجھے اپنے عظیم محسن، مشفق استاذ ومربی کی اس خواہش کو بھی پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمادے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ کی خدمت حاضری ہوئی تو مجھ سے دریافت فرمایا کہ وہ آگرہ میں ہاشم ہیں انہوں نے ڈاڑھی رکھ لی میں نے عرض کیا کہ جی رکھ لی تو فرمانے لگے کہ ہاں وہ اچھے آدمی ہیں۔ اس بات سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ والوں کو اللہ کے بندوں کی بے غرض کتنی فکر ہوتی کہ وہ اللہ کے حکم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ جناب ہاشم شمسی صاحب جو آگرہ کے ایک صاحب خیر تاجر اور ہمارے بڑے کرم فرما ہیں (راقم الحروف کے ہفتہ واری درس قرآن کا سلسلہ بھی پچھلے طویل عرصے سے انکی ہی کوششوں سے بحمد اللہ جاری ہے) وہ بتا رہے تھے کہ غالباً ۱۹۸۷ء میں انہوں نے حضرت شیخ کو مدرسہ افضل العلوم تاج گنج آگرہ کے سالانہ جلسے میں بحیثیت مہمان خصوصی دعوت دی تھی اور حضرت شیخ تشریف بھی لائے تھے۔ اس موقعے پر حضرت شیخ کو اپنے اسکوٹر پر بٹھا کر وہ تاج محل لے گئے تھے۔ جہاں حضرت شیخ نے انکو واپس بھیج دیا اور حضرت نے کئی گھنٹے تاج محل میں گزارے اور مختلف اوراد ووظائف پڑھتے رہے۔

ماضی قریب کے علماء میں اپنے استاذ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب، حضرت مولانا حنیف صاحب، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب اور عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہم کا بڑا تذکرہ فرماتے۔ صاف محسوس ہوتا تھا کہ ان حضرات کی بزرگی کے قائل اور ان کی خدمات کے آپ بڑے معترف ہیں۔

حضرت کا تدریسی انداز بڑا ہی عالمانہ اور محققانہ تھا مگر امتحان کے پرچے بہت آسان بناتے تھے اکثر طلبا امتحان کا پرچہ دیکھ کر یہ سمجھ لیتے کہ یہ پرچہ حضرت نے بنایا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفت تھی کہ جب کوئی اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تو اس پر ایک ہیبت طاری ہوجاتی مگر جب قریب ہوتا تو محبت بڑھ جاتی حضرت شیخؒ کے سلسلے میں بھی

بالکل یہی بات صادق آتی تھی۔

ایک صفت جو حضرت میں نمایاں طور پر پائی جاتی تھی وہ یہ کہ ہر ایک کو غلط بات پر ٹوک دیا کرتے تھے بلکہ آخر میں تو یہ عالم تھا کہ اندرونی روحانی بیماریاں لے کر بھی کوئی جاتا تو بسا اوقات ایسی بات ارشاد فرماتے کہ گویا اسی شخص کو اس کی غلطی پر متنبہ فرما رہے ہیں۔ جس شخص کے داڑھی نہ ہوتی اس سے بہت ناراض ہوتے اور اکثر برملا ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

حضرت شیخ کے شاگرد و معتقدین بہت ہدایا دیتے مگر عادت یہ تھی کہ سب کا سب یا اکثر حصہ صدقہ کر دیتے اور بعض مرتبہ اپنی ضروریات قرض لے کر پوری کرتے۔ ایک شاگرد نے بتایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے سونے کی ایک بڑی سی ڈلی لا کر دی تو فرمانے لگے کہ اس کا میں کیا کروں گا پھر فرمایا کہ اچھا اس کو فروخت کردو اس سے جو بھی رقم ملے وہ سب مسجد نبوی کے تحفیظ القرآن المجید کے طلباء پر خرچ کردو۔

جب کبھی کمرے میں جانا ہوتا اور وہ کچھ کھا پی رہے ہوتے تو ایک خاص انداز میں فرماتے چل نظر مت لگا آجاتا ہے کھانے پر نیت لگانے کے لئے۔ پھر بعد میں کہتے کہ اچھا چل آجا تو بھی کھالے۔

ربیع الاول میں سہارنپور ملنے گیا فرمانے لگے بچوں میں تو اپنا کام ادھار سے چلاتا ہوں میں مدینہ گیا ایک مکتبہ میں مجھے ایک کتاب پسند آگئی میں نے اسے لے لیا مگر جب قیمت معلوم ہوئی تو اتنی قیمت میرے پاس نہیں تھی میرے ساتھ جو گیا تھا میں نے پیسے اس سے ادھار مانگے اس کے پاس بھی نہیں تھے میں نے مکتبہ والے سے کہا کہ یہ کتاب رکھ دو میں کل آکر لے جاؤں گا میرے پاس پیسے نہیں ہیں اس نے کہہ دیا ٹھیک ہے پھر اگلے دن میں گیا وہ کتاب وہیں رکھی تھی جہاں میں رکھ کر آیا تھا پھر ایک آدمی سے ادھار لے کر میں وہ کتاب خرید کر لایا۔

ہمارے خاندان میں حضرت شیخ کا تذکرہ اکثر ہوتا رہتا ہے چونکہ حضرت شیخ سے استاذ و شاگرد کا رشتہ اور حضرت کی شفقتوں کا سلسلہ قائم تھا۔ مگر آخر میں جب چھوٹے بھائی عزیزم آدم مصطفی سلمہ نے حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب میں زیارت کے بعد اور خواب میں ہی ملے کچھ اشاروں کے بعد جب حضرت شیخ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا تو محبتوں میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ مشائخ عظام و اکابر کی وہ نسبت جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھیں اس کا سلسلہ بھی الحمدللہ ہمارے خاندان میں قائم ہوگیا، اب سے ۶ سال قبل جب چھوٹے بھائی عزیزم مولوی آدم مصطفی سلمہ عمرہ کر کے واپس آئے اور پھر حضرت شیخ سے ملاقات کرنے سہارنپور گئے تو اسی سفر میں

حضرت شیخ نے انکو خلافت اور اجازت بیعت مرحمت فرمائی۔ اللہ کرے کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ اپنا دن رات اللہ کے دین کے لئے لگا دیں جس طرح انکے شیخ اور ہم سب کے مربی حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی لگادی۔

آخر میں ہم اپنے تمام قارئین سے عاجزانہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمارے حضرت شیخ کے لئے دعائے مغفرت کا نیز انکے ایصال ثواب کے لئے صدقات نکالنے کا خوب اہتمام فرمائیں۔ اور ہمارے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالی ہم کو انکے علم وفضل کا جانشین بنائے۔ اور ہم سب کو جنت میں جمع فرمائے۔

☆☆☆

ـــــــ صفحہ ۴۸ کا بقیہ (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔۔)

اہل اللہ کے یہاں اگر طالبانہ حاضری دی جائے تو اکثر اللہ تعالیٰ تعلیم وافادہ کے مواقع پیدا فرما دیتے ہیں۔ اکثر ہی کچھ خاص چیز یا منظر دیکھ کر آنا ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک مدرسے کے ذمے دار مولانا حاضر ہوئے۔ اپنے علاقے کے ایک بڑے سرکاری افسر کو بھی لے کر آئے تھے۔ مجھ نادان کو بھی ان کے آنے کے انداز سے اور اُن مولانا صاحب نے جس طرح ان افسر کا تعارف کرایا اس سے کچھ اچھا احساس نہیں ہوا، لگا کہ حضرت کی خدمت میں لانے کا کوئی دینی مقصد نہیں افسر صاحب سے تعلقات بڑھانا مطلوب ہے۔ جب مجھے ایسا محسوس ہو گیا تو حضرت کی فراست نے تو نہ جانے کیا کیا دیکھ لیا ہوگا۔ چند لمحوں میں ہی فرمایا: ان کو کیوں لائے ہو؟ ان سے کہو اللہ کا حکم مانا کریں۔ بس جاؤ ان کو لے جاؤ۔ اور پھر ذکر میں مشغول ہو گئے۔

اہل اللہ کو دیکھنے کا خوب موقعہ ملا۔ مگر حیف! یہ سیہ کار نا قدری کرتا رہا اور محروم رہا۔ اب یادیں ہیں اور حسرتیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے

اب جو خاصان خدا باقی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆